تاریخ وسیر

جناب عبد الرشید عراقی

برصغیر پاک وہند میں علمِ حدیث اور علمائے اہلحدیث کی مساعی

بسلسلہ حدیث حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمات :

خدمتِ حدیث میں حضرت شاہ صاحب کی گرانقدر علمی خدمات ہیں اور آپ نے اس سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے بعد کے علمائے کرام نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور آپ کی علمی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا سید عبد الحی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں :

"شیخ اجل محدثِ کامل حکیم الاسلام اور فنِ حدیث کے زعیم حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی بن شاہ عبد الرحیم (م ۱۱۷۶ھ) کی ذاتِ گرامی سامنے آتی ہے۔ آپ حجاز تشریف لے گئے اور فنِ حدیث میں شیخ ابو طاہر کردی مدنی اور اس وقت کے دوسرے ائمہ حدیث کی شاگردی اختیار کی۔ آپ ہندوستان واپس تشریف لائے اور اپنی ساری کوشش اس علم کی نشرواشاعت میں صرف فرمائی۔ آپ نے درسِ حدیث کی مسند بچھائی۔ آپ کے درس سے بہت فائدہ پہنچا اور بہت سے لوگ فنِ حدیث میں کامل ہو کر نکلے۔ اس فن پر آپ نے کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ آپ کے علم سے بے شمار لوگوں کو فائدہ پہنچا اور آپ کی کامیاب کوششوں سے بدعات کا خاتمہ ہوا۔ مسائلِ فقہیہ کی صحت کا فیصلہ کتاب وسنت کی روشنی میں فرماتے تھے اور فقہاء کرام کے اقوال کی تطبیق کتاب وسنت سے کرتے تھے اور صرف انہی اقوال

کو قبول فرماتے تھے کہ جن کو کتاب و سنت سے موافق پاتے تھے۔ اور جن مسائلِ فقہیہ کو کتاب و سنت کے موافق نہیں پاتے تھے اُن کو رد فرماتے تھے خواہ وہ کسی امام کا قول ہو"۔[۱]

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے پیشتر اس ملک میں علمِ حدیث کی بنیاد تو پڑ چکی تھی اور حدیثِ نبوی پر عمل کرنے میں ان کے رستے میں کسی معین مذہب کی رکاوٹ ہرگز نہ تھی اور اسی کا نام ترکِ تقلید ہے جس پر اہلحدیث سے نزاع کی جاتی ہے۔

قدرت نے عمل بالسنۃ کی تجدید کا حصہ آپ ہی کے لیے رکھا تھا، چنانچہ آپ نے نہایت حکیمانہ طرز سے اپنی تصانیف میں تقلید و عمل بالحدیث کی بحثیں لکھیں۔ "حجۃ اللہ" میں کئی ایک ابواب نیز "الانصاف" و "عقد الجید" خاص کتابیں اس امر کے لیے تحریر کیں۔ نیز موطا امام مالک کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جو کتبِ حدیث کی ماں کہلانے کی مستحق ہے جس سے لوگوں میں علم و عمل ہر دو کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس میں جا بجا محدثین کی تعریف ہے اور ان کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ مصفّٰی شرح موطا کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

"باید دانست کہ سلف در استنباطِ مسائل فتاوی بر دو وجہ بودند، یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثارِ صحابہ جمع مے کردند از آنجا استنباط مینمودند و ایں طریقہ اصل راہ محدثین است دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح و تہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از قواعد طلب می کردند و ایں طریقہ اصل راہ فقہاء امت"۔[۲]

آپ کی تصانیف سے ہندوستان کی علمی دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا اور قرآن و حدیث سے ناواقفی کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ قرآن و حدیث کا علم نہایت مشکل ہے اور ان کو سوائے مجتہد کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور زمانہ اجتہاد کب سے ختم ہو چکا ہے۔ یہ بات حضرت شاہ صاحب کے تراجم اور علمِ قرآن و حدیث کی

۱۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۱۹۹ ۲۔ مصفّٰی شرح موطا ص ۴

تشویق و ترغیب کے سبب ذہنوں سے جاتی رہی اور لوگ شوق سے قرآن و حدیث کے سیکھنے میں لگ گئے اور اس سے عمل بالحدیث کی بنیاد پڑ گئی [۱]

مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی (م ۱۳۸۵ھ) لکھتے ہیں:

"جناب حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ نے حدیث کی اول الکتب مؤطا امام مالکؒ کی دو شرحیں (عربی و فارسی) بنام المسویٰ اور المصفّٰی لکھیں اور تقلیدی بندشوں سے بالکل بے نیاز رہ کر اس مجتہدانہ شان کے ساتھ کہ ۱۲ ویں صدی کے مجدد کا فرض تھا۔ ان دونوں کا (گویا) ضمیمہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کے نام سے لکھا، تکملہ "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" سے کیا اور تتمہ "حجۃ اللہ البالغۃ" جیسی غیر مسبوق کتاب سے جیسا کہ خاتم المحدثین نواب صدیق حسن خاںؒ فرماتے ہیں:

"در فن خود غیر مسبوق الیہ واقع شدہ مثل آں دریں ۱۲ صد سال ہجرت از ہیچ یکے علمائے عرب و عجم تصنیفے بوجود نیامدہ و من جملہ تصانیف مولفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش ازاں است کہ وصفش تواں نوشت (اتحاف النبلاء ص) [۲]

حدیث و متعلقاتِ حدیث پر آپ کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔ المسویٰ فی احادیث المؤطا (عربی) مؤطا امام مالکؒ کی شرح

۲۔ المصفّٰی فی شرح المؤطا (فارسی)

۳۔ تراجم ابواب بخاری (عربی) صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب کی شرح

۴۔ مسلسلات (عربی) علمِ اسنادِ حدیث میں

۵۔ الارشاد الیٰ مہمات الاسناد

۶۔ چہل حدیث (اربعون حدیثاً مسلسلۃ بالاشراف فی غالب سندہا۔ عربی)

وفات:

جناب حجۃ اللہ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۱۷۶ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

---

[۱] تاریخ اہلحدیث ص ۴۰۶۔

[۲] ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۱۴

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی : (م ۱۲۳۹ھ)

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء میں پیدا ہوئے، آپ کا تاریخی نام غلام حلیم ۱۱۵۹ھ ہے۔

۱۵ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، صرف، نحو، منطق، کلام، عقائد، ہندسہ، ہیئت اور ریاضی میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی تھی۔[1]

آپ کی عمر ۱۷ سال کی تھی جب حضرت شاہ ولی اللہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، چونکہ آپ تمام بھائیوں سے عمر کے ساتھ ساتھ علم میں بھی ممتاز و مشرف تھے۔ اس لیے حضرت شاہ صاحب کی مسند تحدیث و خلافت بھی آپ کو تفویض ہوئی۔[2]

اپنے والد بزرگوار کی جانشینی کا حق پوری طرح ادا کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ نے جو علمِ حدیث ہندوستان میں رائج کیا تھا اس کی ۶۰ سال تک آبیاری کی۔ آپ کے درس سے وہ حضرات فیضیاب ہوئے جو خود آگے چل کر مسندِ تحدیث کے مالک بنے، مثلاً

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (م ۱۲۳۳ھ) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (م ۱۲۳۰ھ)
شاہ عبدالغنی محدث دہلوی (م ۱۲۲۷ھ) شاہ اسمٰعیل الشہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ)
شاہ مخصوص اللہ دہلوی (م ۱۲۷۳ھ) حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ)
مولانا شاہ عبدالحی بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ) مولانا شاہ محمد یعقوب مہاجر مکی (م ۱۲۸۷ھ)
السید احمد شہید بریلوی (م ۱۲۴۶ھ) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (م ۱۲۴۵ھ)
مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (م ۱۲۸۵ھ) مولانا فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ)
مولانا رشید الدین دہلوی (م ۱۲۴۹ھ) مولانا خرم علی بلہوری (م ۱۲۶۰ھ)
مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) مولانا حسن علی لکھنوی (م ۱۲۶۰ھ)
مولانا شاہ غلام علی دہلوی (م ۱۲۴۰ھ) مولانا شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۲۷۷ھ)
مولانا حسین احمد ملیح آبادی (م ۱۲۷۷ھ) مولانا سید حیدر علی (م ۱۲۷۷ھ)

آپ کی علمی قابلیت :

آپ کی علمی قابلیت اور دینی تبحر کا اعتراف بعد کے علمائے کرام نے کیا ہے اور آپ کو

[1] حیاتِ ولی ص ۵۸۹ [2] اہم علمائے حدیثِ ہند ص ۴۹

زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

مولانا رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

"جناب شاہ عبدالعزیز اپنے وقت کے نہایت زبردست عالم تھے۔ اس زمانہ کے تمام علماء و مشائخ آپ کی طرف رجوع تھے اور بڑے بڑے فضلاء آپ کی خدمتِ تلمذ پر بے حد فخر کیا کرتے تھے۔ آپ نے علومِ متداولہ وغیرہ میں وہ ملکہ پایا تھا جو بیان میں نہیں آسکتا۔ کثرتِ حفظ، علمِ تعبیرِ رؤیا، سلیقہ وعظ، انشاپردازی، تحقیق نفائس علوم میں تمام ہمعصروں میں امتیازی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور مخالفینِ اسلام کو ایسی سنجیدگی سے جواب دیتے کہ وہ ہونٹ چاٹتے رہ جاتے۔"[1]

حضرت والاجاہ نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں:

"آپ اپنے زمانہ کے مرجع علماء و مشائخ تھے۔ آپ کا علمی پایہ علومِ متداولہ وغیر متداولہ میں اتنا بلند تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ آپ ہندوستان میں استاذ الاساتذہ، خاتم المفسرین والمحدثین تھے۔"[2]

علمِ حدیث کے سلسلہ میں آپ کی گرانقدر خدمات:

علمِ حدیث کی اشاعت و ترویج کے سلسلہ میں جو آپ نے گرانقدر علمی خدمات سرانجام دی ہیں۔ علمائے کرام نے اس کو بھی بنظرِ استحسان دیکھا ہے۔

مولانا رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

در حقیقت عمل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین میں آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ نے بویا اور آپ نے اسے پانی دیتے دیتے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ اس سے ایک نہایت خوشنما اور نونہال پودا پھوٹا جو چند روز میں سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگا اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور کے لوگ اس کے پھل و پھول سے گودیاں لبریز کر کے جانے لگے۔[3]

---

[1] حیاتِ ولی ص ۵۹۴ [2] اتحاف النبلاء [3] حیاتِ ولی ص ۵۹۵

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) لکھتے ہیں:

"آپ کا خاندان علوم حدیث اور فقہ حنفی کا ہے۔ علم حدیث کی جو خدمت ملک ہند میں اس خاندان نے کی ہے کسی اور نے نہیں کی۔ سرزمین ہند میں عمل بالحدیث کا بیج حقیقت میں آپ کے والد بزرگوار نے بویا تھا۔ اور آپ نے برگ و بار بخشا ورنہ بلادِ ہند میں کوئی شخص علاوہ فقہ حنفی کے علم حدیث سے تمسک نہیں کرتا تھا[1]

مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ کے صاحبزدگان یعنی شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہید اور شاہ عبدالعزیز کے داماد شاہ عبدالحی بڈھانوی ــــ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں علم حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی خدمت میں پورا حصہ لیا۔ انہوں نے فنِ حدیث کو تمام دوسرے علوم پر واضح طور پر فوقیت و فضیلت دی اور ان کا علم حدیث اہلِ روایت کے مطابق تھا جس کو کوئی شبہ ہو، وہ ان بزرگوں کے حالات و تصنیفات سے اس کی تصدیق کر سکتا ہے۔ جب تک ہندوستان میں مسلمان موجود ہیں۔ اس وقت تک ان بزرگانِ کرام کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے اور انہوں نے فنِ حدیث کی خدمت و اشاعت کر کے امتِ مسلمہ پر جو احسان کیا ہے وہ ناقابلِ فراموش ہے[2]

حضرت شاہ صاحب کی تحریری خدمت:

تحریری طور پر بھی حضرت شاہ صاحب کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اور آپ کی تصنیفات آپ کے وسعتِ علم و کمال کی دلیل ہیں۔

تفسیر فتح العزیز، تحفہ اثنا عشریہ، عجالہ نافعہ اور بستان المحدثین آپ کی بہترین علمی تصانیف ہیں۔ بستان المحدثین گو فنِ تاریخ میں ہے مگر اس کا تعلق حدیث سے بھی ہے اس کتاب میں آپ نے تمام کتبِ حدیث اور ان کے مصنفین و مؤلفین کے تاریخی حالات بسط و شرح کے ساتھ لکھے ہیں۔

---

[1] تاریخ اہلحدیث ص ۱۰۴ [2] اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۰۰

بارھویں صدی ہجری کے بعد سلف کی یادگار میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سب اسی سے اخذ کی گئی ہیں [1]

اور حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا ہے:

"حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عرض ہے کہ اس رسالہ کا نام بستان المحدثین ہے۔ چونکہ اکثر رسالوں اور تصنیفوں میں ایسی کتابوں سے حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے سننے والوں کو حیرانی پیش آتی ہے۔ اس وجہ سے اصل مقصود تو ان ہی کتابوں کا ذکر ہے مگر تبعاً ان کے مصنفین کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ کیونکہ مصنف سے اس کی تصنیف کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ نیز ہمارا مقصود فقط متون کا ذکر ہے۔ مگر بعض شرحوں کا بھی اس وجہ سے ذکر کیا جائے گا کہ کثرتِ شہرت اور کثرتِ نقل اور زیادتیٔ اعتماد کی وجہ سے ان کو متون کا حکم دیا جائے تو کچھ بے جا نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو خطاء ولغزش سے محفوظ رکھنے کے ساتھ پھسلنے کے مقامات سے بچا کر ثابت قدم رکھے۔ ہم کو دنیا و آخرت میں ہر امر کی اسی سے امید ہے اور فقط اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔" [2]

نیز المسوی فی احادیث الموطا (عربی) از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر تعلیقات بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ کتاب مکہ معظمہ سے طبع ہو چکی ہے [3]

وفات:

۷۔ شوال ۱۲۳۹ھ کو دہلی میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (م ۱۲۴۲ھ)

حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند، ۱۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز سے تعلیم حاصل کی اور علمِ تفسیر، حدیث، فقہ میں نام پیدا کیا۔ ساری عمر مسجد کے حجرے میں بسر کی مگر اس کے ساتھ ساتھ توحید و سنت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔

قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ آپ کی یادگار ہے اور یہ ترجمہ اتنا اہم ہے کہ بقول مولانا رحیم بخش دہلوی: "اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو انہیں محاورات کے لباس میں آراستہ ہوتا جن کی رعایت مولانا شاہ عبدالقادر محدث نے اس ترجمہ میں پیش نظر رکھی ہے۔" [4]

[1] حیاتِ ولی ص ۶۱۹ [2] بستان المحدثین اردو ص ۱۲ [3] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۷۹ [4] حیاتِ ولی ص ۶۴۱